بقی بن مخلد اندلسی

منگتے کی کچھ مدد کرو، اللہ تمھارا بھلا کرے

از: فاروق خان مہائمی مصباحی

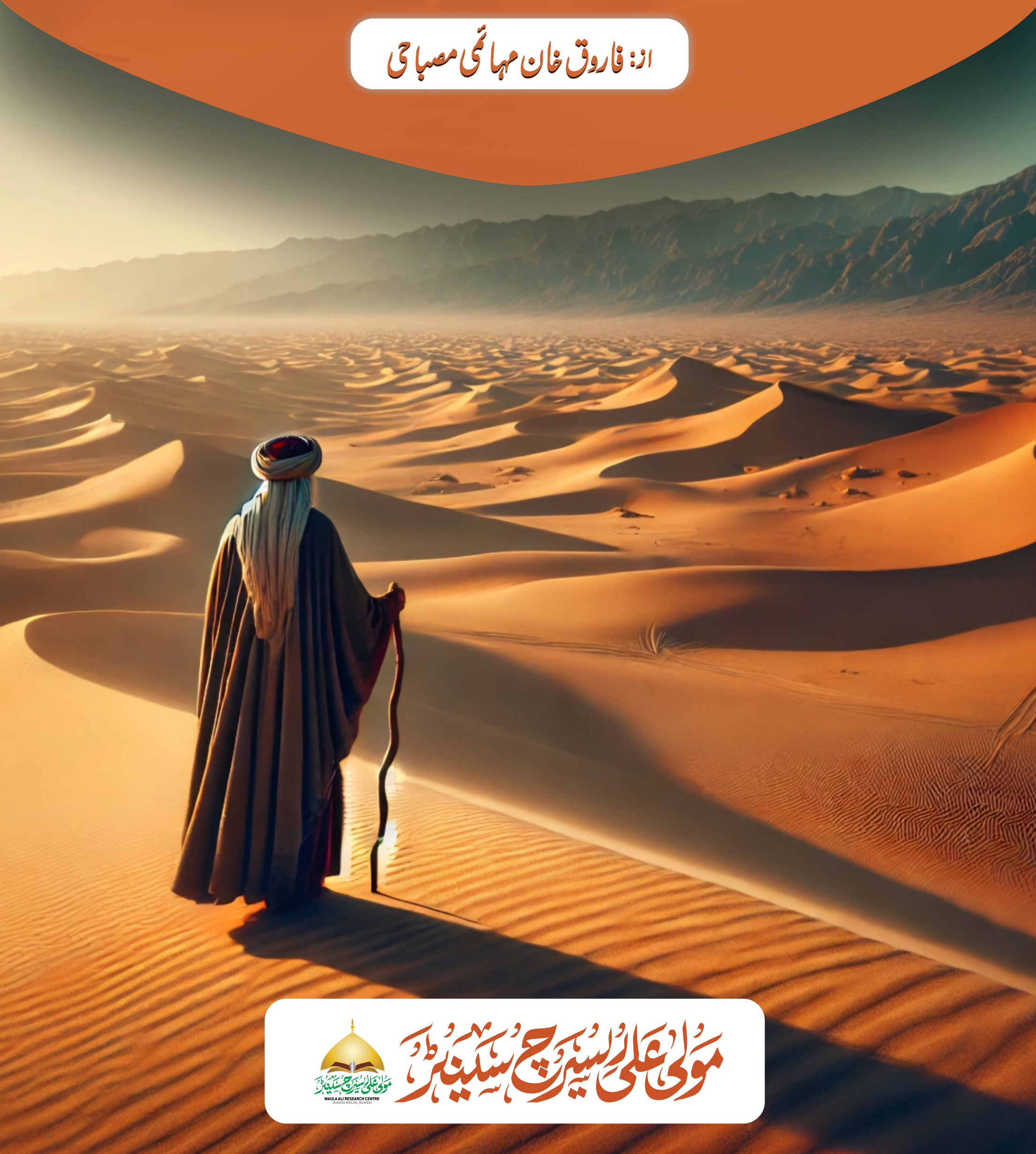

مولیٰ علی ریسرچ سینٹر

بقی بن مخلد اندلس کے رہنے والے تھے،
اور علم دین حاصل کرنا چاہتے تھے،
امام احمد بن حنبل کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا،
ان کی دلی تمنا تھی کہ وہ کسی طرح امام سے اکتساب فیض کریں،
مگر مشکل یہ تھی کہ ابن حنبل کا قیام بغداد میں تھا،
اندلس سے لگ بھگ ساڑھے پانچ ہزار کلومیٹر دور،
یہ وہ زمانہ تھا کہ اگر کوئی سواری سے درمیانی چال چلتا تو تین دن میں ۹۲ کلومیٹر کے آس پاس سفر طے کر پاتا،
اور اس حساب سے اندلس سے بغداد پہنچنے میں ہی لگ بھگ چھ مہینے لگ جاتے،
مگر دوہری مشکل یہ تھی کہ بقی کے پاس سواری بھی نہیں تھی،
اور بغیر سواری کے سفر کرنے میں ایک سال تو لگ ہی جاتا،
اس پر سفر کی صعوبتیں الگ،
ڈاکوؤں کا خوف الگ،
کھانے پینے کے انتظامات الگ،
اخراجات الگ،
رات میں قیام کا مسئلہ الگ،
اور عمر صرف بیس سال،
مگر ساری مشقتیں ایک طرف اور بقی کی تڑپ ایک طرف،

پیدل ہی بغداد کے سفر پر روانہ ہو گئے،

اللہ اللہ کر کے جب بغداد سے کچھ قریب ہوئے،

تو کچھ لوگوں سے پتہ چلا کہ خلقِ قران کے فتنے کے سبب،

خلیفہ نے امام احمد بن حنبل کو نظر بند کر دیا ہے،

اب امام نہ گھر کے باہر نکل سکتے ہیں،

نہ کسی سے مل سکتے ہیں،

نہ کسی کو پڑھا سکتے ہیں،

نہ ہی ان سے ملنے کوئی جا سکتا ہے،

آپ سوچ سکتے ہیں کہ بقی پر کیا گزری ہو گی؟

پہاڑ ٹوٹا ہو گا ان پر،

پیروں تلے زمین کھسکی ہو گی ان کے،

پھر بھی کسی طرح خود کو سنبھالا،

بغداد آئے،

کرائے پر مکان لیا،

سامان وغیرہ رکھ کر سب سے پہلے بغداد کی جامع مسجد پہنچے؛

تاکہ بغداد کی درس گاہوں کا معائنہ کر سکیں،

ایک طرف بغداد کی درس گاہیں دیکھ دیکھ بقی خوش ہوتے جاتے،

تو دوسری طرف انھیں یہ غم کھائے جاتا کہ وہ اپنے امام سے اکتساب فیض نہیں کر پائیں گے،

اور پتہ نہیں کب تک انھیں انتظار کرنا پڑ سکتا ہے،

گھر کے کرائے کا بھی مسئلہ ہے،

اگر ساری رقم اسی میں ختم ہو گئی،

تو کھانے پینے کے بھی لالے پڑ سکتے تھے،

یہ سب سوچ ساچ کے، ایک دن بقی، امام احمد بن حنبل کے گھر پہنچ گئے۔

امام نے دروازہ کھولا،

نہ پہچانتی ہوئی نظروں سے بقی کو دیکھنے لگے،

تو بقی نے خود ہی اپنا تعارف کرانا شروع کیا:

میں بقی ہوں،

مسافر ہوں،

میں حدیث کا ادنیٰ سا طالب علم ہوں،

احادیث جمع کر رہا ہوں،

بغداد پہلی مرتبہ آیا ہوں،

اور صرف آپ کی خاطر آیا ہوں،

امام نے قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا:

اندر آ کر بات کرو۔

اب گھر کے اندر اس گلی میں گفتگو ہونے لگی جو آگے کمروں تک جاتی تھی۔

امام نے پوچھا: کہاں کے رہنے والے ہو؟

بقی: مغرب کا۔

امام: افریقہ؟

بقی: اس سے بھی دور، سمندر پار، اندلس کا رہنے والا ہوں۔

امام: (تعجب سے) یہ تو بہت دور ہے،
مجھے خوشی ہوگی کہ میں تمھاری کچھ مدد کر سکوں،
مگر تم کو پتہ چل ہی گیا ہوگا کہ میں نظر بند ہوں،
نہ کسی سے مل سکتا ہوں،
نہ کہیں جا سکتا ہوں،
نہ کسی کو پڑھا سکتا ہوں۔

بقی: میں بغداد پہلی مرتبہ آیا ہوں،
مجھے یہاں کوئی پہچانتا بھی نہیں ہے،
میں منگتوں کا بھیس بدل لیا کروں گا،
اور جب آپ کے دروازے پر پہنچوں گا،
تو منگتوں کی طرح چلایا کروں گا،
آپ باہر نکل کر اگر صرف ایک حدیث بھی پڑھا دیں گے،
تو یہ میرے لیے بہت ہوگا۔

امام: ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا،
مگر یاد رہے کسی کو پتہ نہ چلے،
خاص کر تعلیمی حلقوں اور محدثین کو اس کی بھنک نہ لگے۔

بقی: ان شاء اللہ، نہیں لگے گی۔

آج بقی بہت خوش تھے،
ان کی مراد جو پوری ہوگئی تھی،
امام کو دیکھ بھی لیا تھا،
اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے حصول علم کا انتظام بھی کر دیا تھا،
علمِ دین کی سچی طلب ایسی ہی ہوتی ہے:
اب بقی روزانہ منگتوں کا بھیس بنا کر،
کاغذ، قلم، دوات، آستین میں چھپا کر،
جھومتے جھامتے،
زمین پر عصا ٹیکتے ہوئے،
امام کے دروازے پر پہنچتے اور چلاتے:
منگتے کی کچھ مدد کرو، اللہ تمھارا بھلا کرے...
امام دروازہ کھولتے،
انھیں گھر کے اندر گلی میں بلا لیتے،
دروازہ بند کر کے،
کھڑے کھڑے کبھی ایک، کبھی دو، کبھی تین، احادیث پڑھا دیا کرتے،
دن یوں ہی گزرتے گئے،
بقی نے تین سو تک احادیث بھی جمع کر لیں،
پھر وہ وقت بھی آیا کہ خلیفہ واثق باللہ کا انتقال ہو گیا،
نئے خلیفہ متوکل باللہ بنے،

متوکل، اہل سنت و جماعت کے حامی تھے،

ان کے خلیفہ بننے کے بعد خلقِ قران کا فتنہ ختم ہوا،

امام احمد بن حنبل پر سے پابندیاں ہٹادی گئیں،

امام زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت کے پیکر تو تھے ہی،

لیکن خلقِ قرآن کے فتنے میں،

آپ جس قدر ثابت قدم رہے اور جس قدر مشقتیں برداشت کیں،

اِس نے آپ کا مقام و مرتبہ ثریہ تک بلند کر دیا تھا،

اب آپ امام المسلمین تھے،

اور فقہی دنیا کے بے تاج بادشاہ،

ایک بار پھر امام احمد بن حنبل کی درسگاہ لگنی شروع ہوئی،

لیکن اب اس درس گاہ کی آن بان کچھ اور ہی تھی،

اس کا شہرہ دور دور تک پھیل چکا تھا،

پہلے سے کئی گنا زیادہ طلبہ کی بھیڑ ہونے لگی تھی،

قدیم و جدید طلبہ کا تانتا بندھا رہنے لگا تھا،

اس بیچ جب بھی بقی درس گاہ آتے،

تو امام اپنے طلبہ سے فرماتے: ”بقی کو آگے آنے دو“،

پھر انھیں اپنے پاس بٹھاتے،

اور بڑے شوق سے ان کا صبر آزما قصہ سناتے،

طلبہ کو متوجہ کر کے فرمایا کرتے:

”حقیقی طالبِ علم دیکھنا چاہتے ہو تو بقی کو دیکھو“،

”بقی کو ہی زیب دیتا ہے کہ اسے طالبِ علم کہا جائے۔“

حصول علم کا شوق آدمی سے کیا کیا کرواتا ہے،

کسی کو منگتا تو کسی کو قیدی بنواتا ہے،

یہ بقی تھے،

زندگی کے ۳۴ رسال جنھوں نے سفر میں گزار دیے،

اندلس سے دو مرتبہ سفر پر روانہ ہوئے،

پہلا سفر بغداد کا کیا،

یہ ۱۴ رسالوں پر مشتمل تھا،

دوسرا سفر مصر شام اور حجاز کا کیا،

یہ ۲۰ رسالوں پر مشتمل تھا،

یہ دونوں سفر پیدل ہی کیے تھے،

یہ بقی تھے،

جن کے آگے مصیبتوں نے گھٹنے ٹیک دیے تھے۔

پریشانیاں شکست کھا گئی تھیں،

حوادثِ زمانہ نے اپنا رخ بدل لیا تھا،

مفلسی، محتاجی اور تنگدستی جیسے خوف، دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے،

یہ بقی تھے،

ایک حقیقی طالب علم۔۔۔

مولا علی ریسرچ سینٹر کی دیگر کتابیں

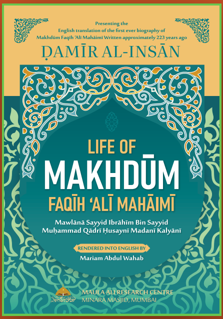

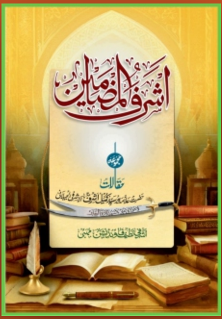

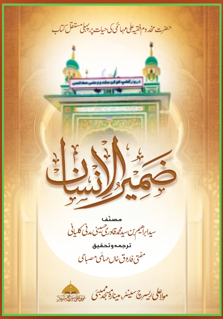

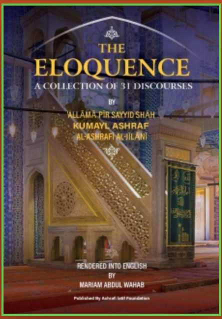

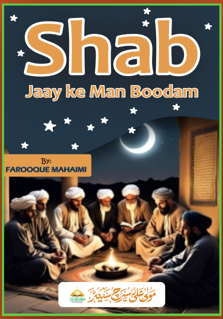

مولیٰ علی ریسرچ سینٹر